International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com/
E-mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

قرآن وحدیث کی روشنی میں تعمیر کردار و شخصیت اور نصاب اسلامیات، ایک تنقیدی مطالعہ

1. **Dr. Muhammad Ayaz**
Education Officer (Quality Assurance Monitoring & Evaluation)
Quaid Azam Academy for Educational Development, QAED (M), Bahawalpur
Email ids: ayaz.te.bwp@gmail.com & ayazryk1@gmail.com

To cite this article:

Dr. Muhammad Ayaz "قرآن وحدیث کی روشنی میں تعمیر کردار و شخصیت اور نصاب اسلامیات، ایک تنقیدی مطالعہ"
International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 1, Issue No. 1 (July 1, 2019) Pages (65–89)

Journal	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 1 || July - December 2019 || P. 62-89
Publisher	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/قرآن-و-حدیث-کی-...یں-تعمیر-کردار-و/
Journal homepage	www.islamicjournals.com
Published online:	01 July 2019

قرآن وحدیث کی روشنی میں تعمیر کردار و شخصیت اور نصاب اسلامیات، ایک تنقیدی مطالعہ

By
Dr. Muhammad Ayaz

ABSTRACT:

Islam gives the idea of collective life and tries for human development. The basic idea of the teaching of Islam is that the individual must be true and active worker of society. He must have moral values and principles clearly. In addition, he tries constantly that a Muslim should perform saying of Allah and human rights properly. In this way, Islam tries to work on the behavior, morality, and habits of people and tries his best to properly enhance the different aspects of personality. For this, the life of Prophet Muhammad ﷺis a complete code of life. The good characteristics of Muslims are considered praiseworthy that are truth, brotherhood, justice, forgiveness, the oneness of Allah and keepings. In the same way, the things which are condemned by Islam are bride, misery, theft, backbiting, telling lies, blaming others, self-centeredness, close vision, dishonesty, garrulous, greediness, showiness manners, jealousy, un-obligation, clashes, hatred and etc. The philosophy of character building and personality development in Islam is the Muslims should avoid all bad works and develops good qualities in him as discussed before so that a Muslim should

be a very useful and pious citizen of society. And we all know that education especially we can say that Islamic Education is a tool of change. So education is worthless if it does not create change in the minds of people and society. It is useless if it does not build the moral character regarding the personality development of the students. Islam tells us all about the values which are fruitful for humanity and are beneficial to human beings. For this purpose, it is necessary that we should give awareness of Islamic values to the people through Islamic education. It is only possible if the textbooks are designed according to the Islamic concept and values as well as teachers and parents play their effective role in the development of the personality of their children. Pakistan is a Muslim country and has its own religious, moral, political and social values and being a Muslim through an effective Islamic educational system, we can transfer these values to our new generation.

Our curriculum is playing key role in the personality development and character building of the students or not is the main question so that this article is being written. In this article keeping in view the aims and objectives of the curriculum of Islamic Studies and following the Quranic verses and Hadith, we will try to analyze whether it is building the personality or character of students or not. After that, the conclusion and recommendations will be given keeping in view the analysis.

Keywords: Ethics, Character Building, Humanity

قرآن وحدیث کی روشنی میں تعمیر کردار و شخصیت اور نصاب اسلامیات، ایک تنقیدی مطالعہ

شخصیت کی جامع مانع تعریف کرنا مشکل ہے سادہ الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی انسان کی شخصیت اس کی ظاہری و باطنی اور غیر اکتسابی (قدرتی) واکتسابی خصوصیات کا مجموعہ ہے اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ تمہارے دوست کی شخصیت کیسی ہے تو ہم جواب میں فورا اس کی چند صفات کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ محنتی اور مخلص ہیں ان میں سے بہت سی خصوصیات مستقل ہوتی ہیں لیکن طویل عرصے کے دوران ان میں تبدیلیاں بھی رونما ہوتی رہتی ہیں اور انہی خصوصیات کی بنیاد پر ایک شخص دوسرے سے الگ نظر آتا ہے اور ہر معاملے میں دوسروں سے مختلف رویے اور کردار کا مظاہرہ کرتا ہے۔

شخصیت اور کردار کی تعمیر دین کا اہم ترین موضوع ہے اللہ نے اپنی جو ہدایات انبیاء کرام کے ذریعے دنیا میں بھیجی ہیں ان کا بنیادی مقصد ہی انسان کی شخصیت اور کردار کی صفائی ہے اسی کا نام تزکیہ نفس ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ [1]

---

[1] القرآن 62: 2

ترجمہ: "وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے"۔

انسان کی یہ خصوصیات بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں جو اسے براہ راست اللہ تعالی کی طرف سے ملیں گے جو کہ قدرتی صفات کہلاتی ہیں دوسری وہ خصوصیات ہیں جنہیں انسان اپنے اندر یا تو خود پیدا کر سکتا ہے یا پھر اپنی قدرتی صفات میں کچھ تبدیلیاں پیدا کر کے انہیں حاصل کر سکتا ہے۔یہ اقتصادی خصوصیات وصفات کہلاتی ہیں ۔قدرتی صفات میں ہمارا رنگ و نسل ،شکل و صورت کی جسمانی ساخت ،ذہنی صلاحیت وغیرہ شامل ہیں ۔اقتصادی خصوصیات میں انسان کی علمی سطح اس کا پیشہ اور اس کی فکر وغیرہ شامل ہوتی ہے۔ شخصیت کی تعمیر ان دونوں طرز کی صفات کو مناسب حد تک ترقی دینے کا نام ہے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی شخصیت کو دلکش اور پر کشش بنانے کے لئے اپنی قدرتی صفات جن کو ہم غیر اقتصادی خصوصیات کہتے ہیں ترقی دے کر ایک مناسب سطح پر لے آئے اور اکتسابی صفات کی تعمیر کا عمل بھی جاری رکھے۔شخصیت کے باب میں ہمارے نزدیک سب سے اعلی و ارفع اور آئیڈیل ترین شخصیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہے اعلی ترین صفات کا اس قدر حسین امتزاج ہمیں کسی اور شخصیت میں نظر نہیں آتا، آپ کی عظمت کا اعتراف آپ کے مخالفین نے بھی کیا۔ قرآن کریم کی روشنی میں تعمیر شخصیت پر نظر ڈالتے ہیں۔

1. قرآن حکیم کی روشنی میں تعمیر شخصیت

اللہ تبارک و تعالیٰ قران حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۙ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا-[2]

ترجمہ: "یقیناً فلاح پا گیا جس نے (اپنے) نفس کو پاک کر لیا، اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں دبا دیا"۔

یہ ہے وہ حقیقت جس کو آشکارا کرنے کے لیے اتنی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ فرمایا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب وکامران ہو گیا اور جس نے اسے گناہوں کی خاک میں دبا دیا وہ خائب ہوا۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

التزکیة الانماء والاعلاء والتدسیة النقص والاخفاء

جو شخص اپنے آپ کو گناہوں سے پاک رکھتا ہے، اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرتا ہے، اس کی فطرت سلیمہ، نشوونما پاتی ہے، اس کی قوت وتوانائی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص اپنے اندر ایسا عزم اور ہمت محسوس کرتا ہے کہ وہ مشکل سے مشکل کام کرنے

---

[2] القرآن 91: 9-10

کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے، راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو وہ کوئی وقعت نہیں دیتا۔ نہایت ثابت قدمی سے نیکی کی راہ پر گامزن رہتا ہے۔ اس کی زندگی کا دامن اعمال حسنہ اور روشن کارناموں سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اس کی روحانی قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور آخر کار وہ اس منزل پر فائز ہو جاتا ہے جس کے بارے میں حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے۔

اکون بصره الذی یبصربه [3]

ترجمہ: "میرا نور اس کی بینائی بن جاتا ہے اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے"۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ [4]

ترجمہ: "یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی"۔

یعنی آدمی کو بہت خاص نعمتیں عطا کیں ،حسن صورت۔ سب سے زیادہ معتدل مزاج ،قد کا اعتدال ،عقل سے اشیاء میں امتیاز ، زبان ،تحریر اور اشاروں سے سمجھانے کی قوت معاش و معاد کی ہدایت ،زمین کی موجودات پر تسلط یعنی تمام چیزوں سے کام لینا اور مختلف ہنر اور پیشے اور تمام مادی عنصری اور فلکی کائنات کا ربط تاکہ انسان کو مختلف منافع حاصل ہوں اور اسباب رزق فراہم ہوں ، پھر دوسرے جانوروں کے برخلاف آدمی کو ہاتھ سے اٹھا کر اور پکڑ کر کھانے کی تعلیم یہ تمام امور انسان کے لئے مخصوص کئے پھر محبت و عشق کا جذبہ معرفت وحی اور مراتب قرب کی عطا بھی انسان پر خاص کرم ہے۔ حاکم نے تاریخ میں اور دیلمی نے حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انگلیوں سے کھانا بھی (انسان کے لئے اللہ کی طرف سے) عزت بخشی ہے۔ [5]

1.1 قرآن کریم میں گفتگو کے آداب کے بارے میں ارشادات

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ [6]

ترجمہ: "اور آپ حکم دیجیے میرے بندوں کو کہ وہ ایسی باتیں کیا کریں جو بہت عمدہ ہوں"

[3] مشکوۃ شریف، جلد دوم، حدیث 787

[4] القرآن 17:70

[5] تفسیر مظہری، ثناء اللہ پانی پتی، سن اشاعت 1820ء

[6] القرآن 17:53

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دے رہے ہیں کہ میرے بندوں کو یہ بتادو کہ باہمی گفتگو کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ادب و احترام کا خیال رکھیں۔ کوئی ایسی بات زبان پر نہ آئے جس نے کسی کا دل مجروح ہو۔ کوئی ایسی حرکت صادر نہ ہو جس سے کسی کی دل شکنی ہو۔ تمہارے سامنے ایک عظیم مقصد ہے جس کی تمہیں تکمیل کرنا ہے۔ جب تک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح یکجان اور مضبوط نہ ہوگے اس وقت تک اس مقصد کی تکمیل نہ ہوسکے گی۔ [7]

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [8]

ترجمہ: "اور چل بیچ کی چال اور نیچی کر آواز اپنی بے شک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے"۔

یعنی اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو، نہ بہت دوڑ بھاگ کر چلو کہ وہ وقار کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے کہ چلنے میں بہت جلدی کرنا مومن کی رونق ضائع کردیتا ہے۔ (جامع صغیر عن ابی ہریرہ) اور اس طرح چلنے میں خود اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو تکلیف بھی پہنچنے کا خطرہ رہتا ہے، اور نہ بہت آہستہ چلو، جو یا تو ان تکبر اور تصنع کرنے والوں کی عادت ہے جو لوگوں پر اپنا امتیاز جتانا چاہتے ہیں، یا عورتوں کی عادت ہے جو شرم وحیا کی وجہ سے تیز نہیں چلتیں، یا پھر بیماروں کی عادت ہے جو اس پر مجبور ہیں۔ پہلی صورت حرام اور دوسری بھی اگر عورتوں کی مشابہت پیدا کرنے کے قصد سے ہو تو ناجائز ہے اور یہ قصد نہ ہو تو پھر مردوں کے لئے ایک عیب ہے۔ اور تیسری صورت میں اللہ کی ناشکری ہے، کہ تندرستی کے باوجود بیماروں کی ہیئت بنائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ صحابہ کرام کو یہود کی طرح دوڑنے سے بھی منع کیا جاتا تھا اور نصاریٰ کی طرح بہت آہستہ چلنے سے بھی۔ اور حکم یہ تھا کہ ان دونوں چالوں کی درمیانی چال اختیار کرو۔ [9]

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ [10]

ترجمہ: "اور بچو جھوٹی بات سے"۔

قول زور سے مراد جھوٹ ہے، حق کے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل اور جھوٹ میں داخل ہے خواہ عقائدہ فاسدہ شرک و کفر ہوں یا معاملات میں اور شہادت میں جھوٹ بولنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب کبیرہ گناہوں میں سے بڑے کبیرہ یہ گناہ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور عام باتوں میں جھوٹ بولنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری لفظ وَقَوْلَ الزُّوْرِ کو بار بار فرمایا۔

---

[7] تفسیر ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ اظہری

[8] القرآن 31:19

[9] تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیع

[10] القرآن 2 :302

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ [11]

ترجمہ: "اور (تکبر کرتے ہوئے) نہ پھیر لے اپنے رخسار کو لوگوں کی طرف سے اور نہ چلا کر زمین میں اتراتے ہوئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا کسی گھمنڈ کرنیوالے، فخر کرنیوالے کو"۔

بقول علامہ ابن منظور:

"صعر اونٹوں کی ایک بیماری کا نام ہے۔ جب یہ لگتی ہے تو اونٹ کی گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے" [12]

بقول علامہ ابن اثیر:

"مرح اس نشاط کو کہتے ہیں جس میں خفت یعنی ہلکا پن اور سبکی پائی جائے۔ جس طرح کم ظرف لوگ خوشی اور مسرت کے وقت ادب و اخلاق کے تقاضوں کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ حیاء اور مروت کی چادر بھی اتار کر پرے پھینک دیتے ہیں۔ اور ایسی ناشائستہ حرکتیں کرتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر شم کی آنکھ نمناک ہو جاتی ہے"[13]

علامہ ابن منظور لسان العرب میں مختال کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "مختال اس لاف زنی کرنے والے نادان کو کہتے ہیں جو اپنے غریب رشتہ داروں سے نفرت کرتا ہے اور مفلس پڑوسیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتا۔

فخور مبالغہ کا صیغہ ہے بہت اترانے والا۔ فخر کرنے والا۔ خصوصا وہ شخص جو ایسی چیزوں پر فخر کرے جو اس کے ذاتی کمالات سے نہیں، بلکہ خارجی امور کی بناپر اترائے مثلاً مال و دولت، جاہ و منصب وغیرہ۔"[14]

1.2 متقین کی صفات کا بیان

قرآن کریم میں ارشاد پاک ہے:

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ [15]

---

[11] القرآن 18-31

[12] لسان العرب، علامہ ابن منظور

[13] الکامل فی التاریخ، ابن اثیر

[14] لسان العرب، علامہ ابن منظور

[15] القرآن 3:134

ترجمہ:"وہ (پرہیز گار) جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی میں اور تنگ دستی میں اور ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو اور درگزر کرنے والے ہیں لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں سے"

یہاں سے متقین کی صفات بیان کی جارہی ہیں جن کے لئے جنت کی بہاریں چشم براہ ہیں۔ ان کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ خوش حالی میں اور تنگ دستی وافلاس میں اپنا عزیز مال اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ایسا کرنا کمال تقویٰ کی واضح علامت ہے۔ اس صفت کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔ **کظم غیظ** ان کی دوسری صفت ہے۔ **غیظ** شدت غضب کو اور **کظم** بھری ہوئی مشک کے منہ باندھنے کو کہتے ہیں بعض اوقات ایسی ناپسندیدہ حرکات اور جرر رساں امور رونما ہوتے ہیں جن سے انسان برافروختہ ہوجاتا ہے اور جذبہ انتقام سے اس کا دل لبریز ہوجاتا ہے۔ ایسے حال میں اپنے غصہ کو پی جانا بے شک بڑی ہمت کا کام ہے۔ اس کی تیسری صفت عفو ہے۔ عفو کہتے ہیں باوجود قدرت کے انسان کسی کی خطا اور ضرر رسانی پر صرف خاموش ہی نہ رہے بلکہ دل سے اسے معاف بھی کردے۔ ھو التجافی عن ذنب المذنب مع القدرۃ علیہ۔ یہ چیز کظم غیظ سے اعلیٰ ہے۔ ان کی چوتھی صفت احسان ہے۔ یہ مرتبہ تمام پہلے مراتب سے بلند تر ہے کہ انسان دشمن سے انتقام بھی نہ لے۔ اسے دل سے معاف بھی کردے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس پر لطف واحسان بھی کرے۔ اس کی جلالت شان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اسلوب کلام بدل دیا۔ اور یہ بھی بتادیا کہ ان کو محبوبیت کا شرف بخشا جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَي الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا [16]

ترجمہ:"رحمٰن کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام عربی میں جاہل کا معنی اَن پڑھ یا بے علم آدمی نہیں ،بلکہ اس سے مراد اجڈ اور مشتعل مزاج شخص ہے جو جہالت پر اتر آئے اور کسی شریف آدمی سے بد تمیزی کا برتاؤ کرے"

"عباد الرحمن کی یہاں صفت بیان کی گئی ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ جاہل اور اجڈ قسم کے لوگ ان کی بات کو سمجھنے اور اس سے اثر لینے کی بجائے پنجابی محاورہ کے مطابق ان سے محض سینگ پھنسانا چاہتے ہیں یعنی انہیں خواہ مخواہ بحث ومباحثہ میں الجھانا چاہتے ہیں تو انہیں سلام کرکے وہ اپنی راہ لیتے ہیں۔ کیونکہ ایسی گفتگو یا بحث سے وقت کے ضیاع کے علاوہ کچھ حاصل ہونے کی توقع نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایک سمجھدار اور معقول آدمی کو چاہیے کہ وہ مناسب انداز میں دوسرے کو اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرے ،لیکن جب

[16] القرآن 25:63

اسے محسوس ہو کہ اس کا مخاطب جان بوجھ کر بات کو سمجھنا نہیں چاہتا اور خواہ مخواہ کی بحث میں الجھنا چاہتا ہے تو وہ کسی قسم کی بدمزگی پیدا کیے بغیر خود کو ایسی صورت حال سے الگ کرلے۔"[17]

1.3 وہم وگمان اور ظن نہ کرنے کا حکم

ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا [18]

ترجمہ: "جس بات کی تمہیں خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے"

یہاں امت مسلمہ کو یہ تعلیم بھی دی جارہی ہے کہ وہم وگمان اور ظن و تخمین کے پیروکار نہ بنیں بلکہ علم ویقین کا روشن چراغ ہاتھ میں لے کر زندگی کے نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے منزل کی طرف بڑھتے چلیں۔ عقائد کی دنیا ہو یا عمل کا میدان اخلاق کا گلستان ہو یا معاملات کی پرخاروادی جہاں بھی زمام کار یقین کے ہاتھ سے نکل کر ظن و تخمین کے ہاتھ میں آئی۔ سمجھو کہ اب گرداب ہلاکت میں ڈوبا کہ ڈوبا۔ مزید بتایا جارہاہے کہ ملت کا ہر فرد اپنے تمام افعال کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں جوابدہ ہے۔ اس کے دیکھنے کی قوتیں، اس کی عقل و فہم کی صلاحیتیں ہر ایک کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا کہ اس نے انہیں کیسے اور کہاں استعمال کیا ہے۔ وہ قوم جس کو اس کے خالق نے واشگاف الفاظ میں احساس ذمہ داری کا درس دیا۔ وہی قوم آج اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ کاش! ہم اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے سچے دل سے کوشش کریں تو جن تکالیف پر ہم شکوہ سنج رہتے ہیں اور جن مصائب میں گھرے ہوئے ہیں وہ خود ہی ختم ہو جائیں گے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ دوسروں کی بے راہ روی اور بے اعتدالی ہماری بے راہ روی اور بے اعتدالی کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتی۔ اگر آپ اپنے موجودہ معاشرہ سے مطمئن نہیں ہیں اگر آپ اصلاح احوال کے تہ دل سے خواہاں ہیں تو اس انتظار میں وقت ضائع نہ کیجئے کہ دوسرے لوگ ٹھیک ہولیں تو میں بھی ٹھیک ہو جاؤں گا۔ اصلاح کا آغاز اپنی ذات سے فرمایئے۔ آپ کو دیکھ کر کئی بگڑے ہوئے اصلاح پذیر ہو جائیں گے۔ [19]

ارشاد ربانی ہے:

---

[17] تفسیر بیان القرآن، ڈاکٹر اسرار احمد

[18] القرآن 17:36

[19] تفسیر ضیاء القرآن

وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ [20]

ترجمہ:"اور ہر جاننے والے سے اوپر ہے ایک جاننے والا"

یعنی ہر ذی علم مخلوق سے زیادہ اللہ علیم ہے۔ علیم کا معنی ہے: بہت زیادہ علم رکھنے والا (مراد اللہ) یا ہر ذی علم مخلوق سے اوپر دوسری ذی علم مخلوق ہے ،خواہ یہ فوقیت علمی لحاظ سے ہو ،جیسے حضرت خضر کو بعض اعتبار سے حضرت موسیٰ پر علمی فوقیت حاصل تھی (اگرچہ حضرت موسیٰ نبی مرسل ہونے کی وجہ سے صاحب شریعت تھے اور حضرت خضر پر علمی برتری رکھتے تھے ،مگر بعض کائناتی واقعات کا انکشاف حضرت خضر کو تھا ،حضرت موسیٰ کو نہ تھا) اسی بناء پر حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا: موسیٰ ا جو علم مجھے اللہ نے عطا فرمایا ہے ،اس سے تم ناواقف ہو اور جو علم تم کو اللہ نے عطا فرمایا ہے ،اس کو میں نہیں جانتا۔ یہ حدیث بخاری نے حضرت خضر و حضرت موسیٰ کے طویل قصہ کے ذیل میں نقل کی ہے۔ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: تم اپنی دنیا کے کاموں کو (خود ہی) مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص ہر اعتبار اور ہر حیثیت سے دوسرے سے برتر ہے ورنہ تسلسل علمی لازم آئے گا (اگر علم کی انتہا اللہ کی ذات پر نہ مانی جائے اور یونہی مخلوق میں باہم علمی برتری اور کامل برتری کا سلسلہ قائم کیا جائے تو یہ برتری کہیں جا کر نہیں ٹھہرے گی۔ علمی تسلسل کا یہی معنی ہے) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہر عالم کے اوپر دوسرا عالم ہے اور یہ سلسلہ اللہ کی ذات پر جا کر ختم ہوتا ہے ،پس اللہ ہر عالم سے بڑھ کر علم رکھنے والا ہے۔

1.4 تمسخر اڑانے اور بدگمانی اور تجسس کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ [21]

"اے ایمان والو! نہ تمسخر اڑایا کرو مردوں کی ایک جماعت دوسری جماعت کا شاید وہ ان مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں مذاق اڑایا کریں دوسری عورتوں کا شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے پر اور نہ برے القاب سے کسی کو بلاؤ کتنا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا"

---

[20] القرآن 12:76

[21] القرآن 49:11

اس آیت میں مسلمانوں کو تمام ایسی باتوں سے سختی سے روکا جارہا ہے جن کے باعث اسلامی معاشرہ کا امن وسکون برباد ہوتا ہے، محبت وپیار کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور خون خرابہ شروع ہوجاتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلا حکم یہ دیا کہ اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑایا کرو۔ مذاق اسی کا اڑایا جاتا ہے جس کی عزت اور احترام دل میں نہ ہو۔ جب آپ کسی کا مذاق اڑاتے ہیں تو گویا آپ اس چیز کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ اس شخص کی میرے دل میں کوئی عزت نہیں۔ جب آپ اس کی عزت نہیں کرتے تو اسے کیا پڑی ہے کہ وہ آپ کا احترام کرے۔ جب دلوں سے ایک دوسرے کے لیے عزت اور احترام کا جذبہ ختم ہوجاتا ہے تو انسان عداوت ودشمنی کی گہری کھڈ کی طرف لڑھکتا چلا جاتا ہے۔ کوئی رکاوٹ ایسی نہیں رہتی جو اسے اپنے انجام سے دوچار ہونے سے روک سکے۔ استہزاء کی کئی صورتیں ہیں۔ زبان سے مذاق کرنا، نقلیں اتار کر اس کا منہ چڑانا۔ اس کے لباس یا رفتار وگفتار پر ہنسنا سب ممنوع ہیں۔

لفظ لمذ کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔ **اللمز : العیب فی الوجه والاصل الاشارة بالعین والرأس والشفة مع کلام خفی۔** کسی کے منہ پر اس کی عیب جوئی کرنے کو اللمز کہتے ہیں۔ اصل میں آنکھ، سر کے اشارے یا زیر لب آہستہ سے کسی کی عیب چینی کی جائے تو کہتے ہیں **لمز فلان۔ لاتلمزوا** فرما کر بتادیا کہ کسی طرح بھی تمہیں یہ اجازت نہیں کہ اپنے بھائی کے عیب گنواؤ اور اس کی خامیوں اور کمزوریوں کو اچھالتے رہو۔ مقصد یہ ہے کہ جس کی برائیاں کرتے تم نہیں تھکتے وہ کوئی غیر تو نہیں۔ تمہارا بھائی ہے۔ اس کی بدنامی تمہاری بدنامی ہے۔ اس کی فضیحت ہوئی تو شرمندہ تم ہوگے۔ اس سے یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ جب تم کسی کی پردہ روی کروگے تو وہ تمہارے عیوب ونقائص کو طشت ازبام کرے گا۔ تم اس کی عیب جوئی نہ کرتے تو وہ تمہاری نہ کرتا۔ اب تمہیں جو خجالت ہورہی ہے یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا ثمر ہے۔ اگر اپنی عزت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو کسی کی عزت پر ہاتھ مت ڈالو۔

کسی اندھے کو اندھا اور کانے کو کانا کہنا بھی جائز نہیں۔ ہمیشہ ایسے اسماء اور القاب سے ایک دوسرے کو بلاؤ جس سے سننے والا خوش ہوتا ہو بڑے پیارے انداز سے اپنے بندوں کو تنبیہہ فرمائی جارہی ہے کہ تم اب میرے ہوچکے ہو، تمہیں اب ایسی کوئی نازیبا حرکت نہیں کرنی چاہیے جس کی وجہ سے تمہیں بدکار اور فاسق کہا جائے۔ اگر تم اسلام قبول نہ کرتے، میرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لاتے اور شتر بے مہار بنے من مانیاں کرتے رہتے تو تم سے کسی کو شکایت نہ ہوتی۔ اب تم مشرف بہ اسلام ہوچکے ہو۔ لوگ بجا طور پر تم سے توقع رکھتے ہیں کہ تم خیر وصلاح کا عملی نمونہ پیش کرتے رہوگے۔ نیکی اور پارسائی تمہارا شعار ہوگا۔ غلامان مصطفی کہلا کر اگر تم فسق وفجور سے اپنا دامن نہیں بچاتے تو بڑی بے حیائی اور افسوس کی بات ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۦ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا [22]

ترجمہ: "اے ایمان والو! دور رہا کرو بکثرت بد گمانیوں سے بلاشبہ بعض بد گمانیاں گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کیا کرو اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کیا کرو"

"انسان اپنے دل کو دوسروں سے متعلق بد گمانیوں کی پرورش گاہ نہ بنالے کہ جس کی نسبت جو برا گمان بھی دل میں پیدا ہو جائے اس کو کسی گوشے میں محفوظ کرے۔ انسان کو جن سے زندگی میں واسطہ پڑتا ہے ان کی بابت کوئی اچھا یا برا گمان دل میں پیدا ہونا ایک امر فطری ہے۔ یہی گمان آدمی کو آدمی سے جوڑتا یا توڑتا ہے اس پہلو سے معاشرے میں یہ وصل و فصل کی بنیاد ہے۔ اس کی اس اہمیت کا تقاضا ہے کہ آدمی اس کے رد و قبول کے معاملے میں بھی بے پرواہ سہل انکار نہ ہو بلکہ نہایت ہوشیار اور بیدار مغز ہے اہل ایمان کو اسلام نے اس باب میں یہ رہنمائی دی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے بارے میں ہمیشہ نیک گمان رکھے الا آنکہ یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اس نیک گمان کا سزاوار نہیں ہے۔ یہ نیک گمانی اس ایمانی اخوت کا لازمی تقاضا ہے جس پر اسلام نے معاشرے کی بنیاد رکھی ہے اور جس کی وضاحت اوپر ہو چکی ہے اگر کوئی شخص اس کے برعکس یہ اصول ٹھیرا لے کہ جو رطب و یابس گمان اس کے دل میں پیدا ہوتے جائیں ان سب کو سنت کے رکھتا جائے تو گمانوں کے ایسے شوقین کی مثال اس شکاری کی ہے جو مچھلیاں پکڑنے کے شوق میں ایسا اندھا ہو جائے کہ مچھلیاں پکڑتے پکڑتے سانپ بھی پکڑ لے۔ ظاہر ہے کہ مچھلیوں کے شوق میں جو شخص ایسا اندھا بن جائے گا اندیشہ ہے کہ اسی شوق میں کسی دن وہ اپنی زندگی ہی گنوا بیٹھے گا۔ قرآن نے یہاں اسی خطرے سے مسلمانوں کو روکا ہے کہ گمانوں کے زیادہ درپے نہ ہو کیونکہ بعض گمان صریح گناہ ہوتے ہیں جو انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں۔ اس سے یہ تعلیم نکلی کہ ایک مومن کو بد گمانیوں کا مریض نہیں بن جانا چاہئے بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں سے حسن ظن رکھنا چاہئے۔ اگر کسی سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو بد گمانی پیدا کرنے والی ہو تو حتی الامکان اسکی اچھی توجیہ کرے اگر کوئی اچھی توجیہ نکل سکتی ہو۔ اس کے برے پہلو کو اسی شکل میں اختیار کرنا جائز ہے جب اس کی کوئی اچھی توجیہ نہ نکل سکے۔ اگر بد گمانی کے سزاوار سے آدمی کو خوش گمانی ہو تو یہ اس بات کے مقابل میں اہون ہے کہ وہ کسی خوش گمانی کے حقدار سے بد گمانی رکھے۔

دوسری بات آیت میں یہ فرمائی گئی ہے کہ ولا تجسسوا (ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ لوگ) جس طرح اوپر والے ٹکڑے میں اچھے گمان سے نہیں بلکہ برے گمان سے روکا گیا ہے اسی طرح یہاں ممانعت اس ٹوہ میں لگنے کی ہے جو برے مقصد سے ہو۔ یعنی تلاش اس بات کی ہو کہ دوسرے کی پرائیویٹ زندگی سے متعلق کوئی بات ہاتھ آئے جس سے اس کی خامیوں سے آگاہی اور اس کے اندرون خانہ کے اسرار تک رسائی ہو۔ یہ چیز کبھی تو حسد کے جذبہ سے پیدا ہوتی ہے کہ حریف کی زندگی کا کوئی ایسا پہلو

---

[22] القرآن 49:12

سامنے آئے جس سے کلیجہ ٹھنڈا ہو۔ کبھی بغض و عناد کی شدت اس کا باعث ہوتی ہے کہ کوئی ایسی بات ہاتھ لگے جس کی عند الضرورت تشہیر کر کے مخالف کو رسوا کیا جا سکے۔ اس زمانے میں اس نے ایک پیشہ کی شکل بھی اختیار کر لی ہے جس کو جدید اخبار نویسی نے بہت ترقی دی ہے۔ بعض اخبار نویس رات دن کسی نہ کسی اسکینڈل کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ شاطر وہ اخبار نویس سمجھا جاتا ہے جو کسی نمایاں شخصیت کی پرائیویٹ زندگی سے متعلق کوئی ایسا اسکینڈل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے جس سے اس کا اخبار یا رسالہ ہاتھوں ہاتھ بکے۔ اس طرح کا تجسس ظاہر ہے کہ اس اخوت اور باہمی ہمدردی کے بالکل منافی ہے جو اسلامی معاشرہ کی اساس ہے، اسی وجہ سے اہل ایمان کو اس سے روکا گیا ہے۔ رہا وہ تجسس جو ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے حالات کا اس مقصد سے کرتا ہے کہ اس کی مشکلات و ضروریات میں اس کا ہاتھ بٹا سکے یا ایک اسلامی حکومت اس غرض سے کرتی ہے کہ رعایا کے حالات سے وپری طرح باخبر رہے تو یہ تجسس نہ یہاں زیر بحث ہے اور نہ یہ ممنوع ہے بلکہ ہر شریف پڑوسی کے لئے یہ نہایت نیکی کا کام ہے کہ وہ اپنے پڑوسیں کے حالات و مسائل سے آگاہ رہے تا کہ ان کی مشکلات میں انکی مدد کر سکے اور حکومت کے لئے تو یہ صرف نیکی ہی نہیں بلکہ اس کا فریضہ ہے کہ وہ رعایا کے اچھے اور برے دونوں طرح کے حالات سے پوری طرح باخبر رہنے کا اہتمام رکھے تا کہ اپنی ذمہ داریوں سے صحیح طور پر عہدہ بر آ ہو سکے۔

تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ ولا یغتب بعضکم بعضاً (تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے) غیبت کے معنی کسی کی اس کی پیٹھ پیچھے برائی بیان کرنے کے ہیں۔"[23]

1.5 اجازت لینے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا [24]

ترجمہ: "اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو"

" یہاں سے معاشرے میں بے حیائی پھیلنے کے بنیادی اسباب پر پہرہ بٹھانے کے لیے کچھ احکام دیئے جا رہے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا حکم یہ دیا گیا ہے کہ کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اس میں ایک تو حکمت یہ

---

[23] تفسیر ضیاء القرآن

[24] القرآن 24:27

ہے کہ کسی دوسرے کے گھر میں بے جامداخلت نہ ہو جس سے اسے تکلیف پہنچے۔ دوسرے بلا اجازت کسی کے گھر میں چلے جانے سے بحیائی کو بھی فروغ مل سکتا ہے۔ اور اجازت لینے کا طریقہ بھی یہ بتایا گیا ہے کہ باہر سے السلام علیکم کہا جائے، یا اگر یہ خیال ہو کہ گھر والا سلام نہیں سن سکے گا، اور اجازت دستک دے کر یا گھنٹی بجا کر لی جا رہی ہے تو جب گھر والا سامنے آجائے اس وقت اسے سلام کیا جائے۔"[25]

1.6 حسن سلوک کی ترغیب

اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰي وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَۨا [26]

ترجمہ: " اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسائے سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں (غلام، کنیز) یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا"

قرآن حکیم میں ایسے چار مقامات ہیں جہاں اللہ کے حق کے فوراً بعد والدین کے حق کا تذکرہ ہے۔ یہ بھی ہمارے خاندانی نظام کے لیے بہت اہم بنیاد ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ہو ٗان کا ادب و احترام ہو ٗان کی خدمت کی جائے ٗان کے سامنے آواز پست رکھی جائے۔ مخاطب کو یہ یاد دلایا جارہا ہے کہ تیرا تعلق صرف گھر اور گھر والی سے ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ تیرا رشتہ اپنے خالق سے بھی ہے اور اس کی مخلوق سے بھی۔ ان کے حقوق کی ادائیگی بھی تم پر لازم ہے۔

مزید ارشاد پاک ہے کہ:

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاۗءً وَّلَا شُكُوْرًا **27**

ہم تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گزاری۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ .[28]

---

[25] تفسیر آسان قرآن، مفتی تقی عثمانی

[26] القرآن 4:36

[27] القرآن 76:9

[28] القرآن 5:2

نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو۔

1.7 خود نمائی کی ممانعت

ارشاد ربانی ہے:

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ [29]

ترجمہ: "پس تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو"

بعض کم ظرف لوگ اپنی نیکیوں پر اترانے لگتے ہیں، اپنی پارسائی اور پرہیز گاری کے قصے جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں۔ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں۔ یہ خود نمائی اور خود ستائی ان کے سارے اعمال حسنہ کا بیڑا غرق کر دے گی، اس لیے منع فرمایا جا رہا ہے کہ لوگوں پر اپنے تقویٰ اور نیکی کا رعب جمانے کی عادت ترک کر دو، کیونکہ تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے جو تمہارے ظاہر اور باطن کو خوب جانتا ہے۔

1.8 حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت کی ترغیب

ارشاد پاک ہے کہ:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ [30]

ترجمہ: "اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور ان کے ساتھ اس طریقہ سے بحث کرو جو پسندیدہ ہے"

ایک نادان اور غیر تربیت یافتہ مبلغ اپنی دعوت کے لئے اس دعوت کے دشمنوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے پیش کیے ہوئے دلائل بودے اور کمزور ہونگے۔ اگر اس کا انداز خطابت درشت اور معاندانہ ہو گا۔ اگر اس کی تبلیغ اخلاص وللّٰہیت کے نور سے محروم ہو گی تو وہ اپنے سامعین کو اپنی دعوت سے متنفر کر دے گا۔ کیونکہ اسلام کی نشر و اشاعت کا انحصار تبلیغ اور فقط تبلیغ پر ہے۔ اس کو قبول کرنے کے لئے نہ کوئی رشوت پیش کی جاتی ہے اور نہ جبر و اکراہ سے کام لیا جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان، ایمان ہی نہیں جس کے پس پردہ کوئی دنیاوی لالچ یا خوف و ہراس ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت اسلامی کے آداب کی تعلیم دی۔ اس آیت کا ایک ایک لفظ غور طلب ہے۔ دین اسلام کو

---

[29] القرآن 53:32

[30] القرآن 16:125

سبیل ربک کے عنوان سے تعبیر کرکے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ یہ دعوت کسی سیاسی جتھ بندی کے لیے، کسی معاشی گروہ سازی کے لیے نہیں دی جارہی بلکہ اس راستہ کی طرف بلایا جارہاہے جو بندے کو اپنے مالک حقیقی کی طرف لے جاتاہے جو دوری اور بیگانگی کے صحراؤں سے نکال کر قرب و لطف کی منزل تک پہنچانے والا ہے۔ اس جادہ منزل حبیب سے دور بھاگنے والوں کو قریب لانے کے آداب بتائے جارہے ہیں۔ حکمت، موعظہ حسنہ اور پسندیدہ انداز سے مجادلہ۔ ان تین چیزوں کے التزام کا حکم فرمایا گیا۔ حکمت سے مراد وہ پختہ دلائل ہیں جو حق کو روز روشن کی طرف عیاں کردیں۔ اور شک و شبہ کی تاریکیوں کو نور یقین سے بدل دینے کی قوت رکھتے ہوں۔

1.9 عہد و پیمان کی اہمیت

ارشاد پاک ہے کہ:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا [31]

ترجمہ: "اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول و قرار کی باز پرس ہونے والی ہے"

وعدہ کرکے اس کو توڑنا اسلام کی نظر میں بڑا معیوب ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ شکنی کو منافقت کی تین علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا ہے اس لئے یہاں ایفاء عہد کی تاکید کی جارہی ہے اور بتایا جارہاہے کہ یہ معمولی بات نہیں بلکہ اگر تم نے اس میں سستی کی تو تم سے باقاعدہ باز پرس ہوگی۔

1.10 مال ناحق لینے کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ [32]

ترجمہ: " اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم و ستم سے اپنا کرلیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔

اسلامی نظام معاشیات کا ایک اور قاعدہ بیان ہورہاہے۔ یعنی ناجائز طریقہ سے لوگوں کے مال نہ کھاؤ۔"

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

---

[31] القرآن 17:34

[32] القرآن 2:188

من اخذ مال غیرہ لاعلی وجه اذن الشرع فقد اکل بالباطل[33]

وہ شخص جس نے ایسے طریقے سے مال حاصل کیا جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی تو اس نے باطل ذریعہ سے کھایا۔

فیدخل فیه القمار والخداع والغصوب وحجد الحقوق وما لا تطیب به نفس مالکه

اس میں جوا، دھوکہ دہی، زبردستی چھین لینا کسی کے حقوق کا انکار اور وہ مال جسے اس کے مالک نے خوشی سے نہیں دیا سب اکل باطل میں شامل ہیں۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا بِقَوْلِهِ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنْ النَّارِ فَلَا يَأْخُذْهَا۔ [34]

تم میرے پاس جھگڑے چکانے کے لئے آتے ہو۔ ممکن ہے تم میں سے ایک فریق زیادہ چرب زبان ہو اور میں، (بفرض محال) اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ اگر میں کسی کو اس کے بھائی کا حق دے دوں۔ اگر میں کسی کو اس کے بھائی کا حق دے دوں تو وہ ہرگز نہ لے، بے شک وہ اس کے حق میں آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔

اگر ہمارا باہمی لین دین قرآن کے اس حکم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس واضح ارشاد کے مطابق ہو جائے تو کتنی مقدمہ بازیاں ختم ہو جائیں، ان کی پیروی پر جو بے محابا روپیہ اور بے انداز وقت ضائع ہوتا ہے وہ بچ جائے۔ ان مقدمہ بازیوں کا ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ قریبی رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ باہمی محبت اور اخلاص کی جگہ نفرت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر ہم قرآن کے اس حکم کو سچے دل سے مان لیں تو اسلامی معاشرہ ان سب خرابیوں سے پاک ہو جائے گا۔ اور اس کا ماحول اتنا پاکیزہ اور خوشگوار بن جائے گا جس کا ہم اس وقت تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کاش! قرآن کو سینے سے لگانے والا مسلمان اس پر عمل کرنے کی اہمیت کا بھی احساس کرے۔ دوسروں کے مال ناجائز طور پر کھانے کا یہ بھی ایک مروج اور موثر طریقہ تھا جو اب بھی ہے کہ حکام کو رشوت دے کر ان سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا جائے۔ اس ناپاک طریقہ کی ممانعت کو الگ ذکر فرمایا۔

2. تعمیر شخصیت سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

2.1. اخلاق کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

[33] الجامع لاحکام القرآن، شمس الدین قرطبی

[34] بخاری، جلد 1، حدیث 2568

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَخْيَرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ خُلُقًا [35]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو کہ عادت کے اعتبار سے اچھا ہو۔

ایک اور مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ [36]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میزان اعمال میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری چیز کوئی نہیں۔

عمدہ اخلاق پر ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ:

عَنْ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ [37]

حضرت نواس بن سمعان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نیکی عمدہ اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم لوگوں کا اس سے مطلع ہونا پسند نہ کرو۔

موطا امام مالک کی حدیث ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقٌ وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ [38]

زید بن طلحہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہر دین کا ایک خلق ہے اور اسلام کا خلق حیاء ہے۔

2.2. حسد کرنے والا اور غنی

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ [39]

---

[35] صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 987

[36] سنن ابو داؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 1395

[37] جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 278

[38] موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1545

[39] صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1888

حضرت سالم (رضی اللہ عنہ) اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیوں کے سوا کسی پر حسد کرنا جائز نہیں ایک وہ آدمی کہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عطا فرمایا ہو اور وہ رات دن اس پر عمل کرنے کے ساتھ اس کی تلاوت کرتا ہو اور وہ آدمی کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ رات اور دن اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا ہو۔

2.3. شکر بجالانے کی ترغیب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَشْكُرُ اللَّهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ [40]

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص اللہ کا شکر گذار نہیں ہو سکتا جو بندوں کا شکر گذار نہ ہو۔

2.4. بچوں سے محبت اور شفقت کا بیان

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ فِي الظُّهْرِ أَوْ الْعَصْرِ وَقَدْ دَعَاهُ بِلَالٌ لِلصَّلَاةِ إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ بِنْتُ ابْنَتِهِ عَلَى عُنُقِهِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مُصَلَّاهُ وَقُمْنَا خَلْفَهُ وَهِيَ فِي مَكَانِهَا الَّذِي هِيَ فِيهِ قَالَ فَكَبَّرَ فَكَبَّرْنَا قَالَ حَتَّى إِذَا أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْكَعَ أَخَذَهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ سُجُودِهِ ثُمَّ قَامَ أَخَذَهَا فَرَدَّهَا فِي مَكَانِهَا فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ بِهَا ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [41]

حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم ظہر یا عصر کی نماز کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے اور بلال (رضی اللہ عنہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کے لئے بلا چکے تھے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی امامہ بنت ابی العاص (رضی اللہ عنہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھے پر سوار تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جائے نماز پر کھڑے ہوئے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے لیکن امامہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھے ہی پر رہیں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع میں جانا چاہا تو امامہ کو اتار کر نیچے بٹھا دیا اس کے بعد

---

[40] سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 1407

[41] سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 919

رکوع کیا اور سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو امامہ کو پھر سے اٹھا کر کاندھے پر بٹھالیا اور ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے رہے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔

2.5. نرمی سے پیش آنے کی ترغیب

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ [42]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! اللہ رفیق ہے اور رفق (یعنی نرمی) کو پسند کرتا ہے اور نرمی اختیار کرنے کی بناء پر وہ اس قدر عطا فرماتا ہے کہ جو سختی یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے اس قدر عطا نہیں فرماتا۔

2.6. ظلم کی نفی

عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِيهِ لَا تُشْهِدْنِي عَلَى جَوْرٍ [43]

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ سے ارشاد فرمایا مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔

2.7. سوال نہ کرنے اور صلح رحمی کی ترغیب

سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنْ كُنْتُ لَحَالِفًا عَلَيْهِنَّ لَا يَنْقُصُ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ فَتَصَدَّقُوا وَلَا يَعْفُو عَبْدٌ عَنْ مَظْلَمَةٍ يَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا و قَالَ أَبُو سَعِيدٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ بِهَا عِزًّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَفْتَحُ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ [44]

حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے، تین چیزیں ایسی ہیں جن پر میں قسم کھا سکتا ہوں، ایک تو یہ کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اس لئے صدقہ دیا کرو، دوسری یہ کہ جو شخص کسی ظلم پر ظالم کو صرف رضاء الٰہی کے لئے معاف کر دے، اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرمائے گا اور تیسری یہ کہ جو شخص ایک مرتبہ مانگنے کا دروازہ کھول لیتا ہے، اللہ اس پر تنگدستی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

---

[42] صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2100

[43] صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1691

[44] مسند احمد: جلد اول: حدیث نمبر 1584

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَاسًا مِنْ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا عِنْدَهُ قَالَ مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللَّهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ وَمَا أَعْطَى اللَّهُ أَحَدًا مِنْ عَطَاءٍ أَوْسَعَ مِنْ الصَّبْرِ [45]

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ مانگا) پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دے دیا۔ انہوں نے پھر مانگا آپ نے پھر دے دیا یہاں تک کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جو کچھ بھی ہو گا میں اس کو تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا لیکن جو شخص سوال سے بچنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو سوال کرنے کی ذلت سے بچائے گا اور جو شخص غنی بننا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو صبر کی دولت سے نواز دے گا اور اللہ تعالیٰ نے صبر سے بڑھ کر کوئی نعمت کسی کو نہیں دی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ لَهُ أَظَلَّهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ [46]

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا تو اللہ قیامت کے دن اسے عرش کے سائے میں رکھے گا جب کہ اس کے سوا کوئی سایہ نہیں ہو گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ [47]

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو تنگدست پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی فرمائیں گے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ لَهُ أَظَلَّهُ اللَّهُ فِي ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [48]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی تنگدست مقروض کو مہلت دے دے یا معاف کر دے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطاء فرمائے گا۔

---

[45] سنن ابو داؤد: جلد اول: حدیث نمبر 1640

[46] جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1327

[47] سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 575

[48] مسند احمد: جلد چہارم: حدیث نمبر 1533

إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ وَفِي يَدِهِ شَيْءٌ قَدْ الْتَفَّ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَمَّا رَأَيْتُكَ أَقْبَلْتُ إِلَيْكَ فَمَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيهَا أَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ فَأَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ فِي كِسَائِي فَجَائَتْ أُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلَى رَأْسِي فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ مَعَهُنَّ فَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِي فَهُنَّ أُولَاءِ مَعِي قَالَ ضَعْهُنَّ عَنْكَ فَوَضَعْتُهُنَّ وَأَبَتْ أُمُّهُنَّ إِلَّا لُزُومَهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ أَتَعْجَبُونَ لِرُحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ لَلَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْأَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا ارْجِعْ بِهِنَّ حَتَّى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُنَّ وَأُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ [49]

ایک شخص آیا جس نے کمبل اوڑھ رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں کچھ دبا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کی طرف آنے لگا راستے میں درختوں کا ایک جھنڈ پڑتا ہے وہاں میں نے چڑیوں کے بچوں کی آواز سنی اور میں نے ان کو پکڑ کر اپنے کمبل میں چھپا لیا تو ان کی ماں آئی اور میرے سر پر چکر لگانے لگی میں نے اس کے بچوں کو کھولا تو وہ بچوں پر آپڑی اور ان کے ساتھ خود بھی قید ہو گئی۔ اب میں ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ کر لایا ہوں۔ آپ نے فرمایا ان کو یہاں رکھ دے تو میں نے رکھ دیا لیکن ماں نے اپنے بچوں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کہ کیا تم کو چڑیا کی اپنے بچوں سے محبت پر تعجب نہیں ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے سچائی کے ساتھ پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس سے کہیں زیادہ محبت کرتا ہے جتنا کہ یہ چڑیا اپنے بچوں سے محبت کرتی ہے یہ کہہ کر آپ نے فرمایا کہ ان کو لے جا اور وہیں چھوڑ آ جہاں سے تو ان کو پکڑ کر لایا تھا اور بچوں کی ماں کو بھی انہی کے ساتھ لے جا۔ پس وہ شخص ان سب کو لے گیا۔

2.8. صدقہ وخیرات کی ترغیب

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ النَّارَ فَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا ثُمَّ ذَكَرَ النَّارَ فَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ [50]

عدی بن حاتم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا تو اپنا منہ پھیر لیا اور اس سے پناہ مانگی، پھر فرمایا کہ دوزخ سے بچو، اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو (صدقہ کر کے) اور جس شخص کو یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی باتوں کے ذریعہ (اس سے بچے)۔

---

[49] سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1322

[50] صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1507

وَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ [51]

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کی رضامندی کیلئے مسجد تعمیر کرے، اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اسی طرح کا ایک مکان جنت میں تیار کرا دیتا ہے۔

2.9. غصہ نہ کرنے کی تلقین

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصِنِي قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ [52]

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے نصیحت فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو اس نے کئی بار عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ غصہ نہ کرو۔

3. نصاب اسلامیات کا جائزہ

نصاب تعلیم و تدریس اور تربیتی محدودات ہوتی ہیں جن کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہیں تعلیمی ادارے نوجوان نسل کو ذہنی، فکری، علمی اور عملی طور پر تیار کرتے ہیں۔ تاکہ ایک موئژ معاشرہ تشکیل پاسکے اور ملک و قوم دنیا کے ساتھ قدم سے قدم ملاتے ہوئے ترقی کی طرف گامزن ہو سکے۔

پاکستان کے نظام تعلیم میں مختلف ادوار میں ہمہ قسم کی تبدیلیاں کی گئیں جن میں حقیقت پسندی کو پس پشت ڈالا گیا اور زمینی حقائق سے ہٹ کر پالیسیاں ترتیب دیں گئیں۔ کسی بھی مضمون کے نصاب کے عمومی و خصوصی مقاصد بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جن کا مقصد ان مقاصد کا حصول ہوتا ہے جس پر وہ ملک وجود میں آیا ہوتا ہے۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے سلیبس کو ترتیب دیا جاتا ہے اور سلیبس کو پڑھا کر مطلوبہ مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں اس سلسلے میں اگر نصاب اسلامیات کے عمومی مقاصد نظر ڈالی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اگر یہ مقاصد حاصل ہو جائیں تو ہر حال میں ایک اچھا مسلمان اور مفید شہری معاشرے میں پروان چڑھے گا مثلا نصاب اسلامیات میں مذکور ہے کہ ثانوی و اعلی ثانوی نصاب اسلامیات کی تدریس مکمل ہونے کے بعد طالب علم اس قابل ہو جائیں گے کہ

---

[51] صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 442

[52] صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1069

1۔وہ قرآن کریم کا اس طرح مطالعہ کرسکیں کہ فہم قرآن ان پر آسان ہو جائے گا اور وہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر کسی حد تک کر سکیں گے۔

2۔وہ حدیث وسنت کی اہمیت اور ضرورت کو جان سکیں گے

3۔وہ مشہور کتب حدیث اور منتخب اصطلاحات حدیث سے متعارف ہوں گے۔

4۔وہ اسلام کے تصور امت سے آگاہ ہو کر عصر حاضر کے ان مسائل کو حل کرلیں گے جو امت مسلمہ کو درپیش ہیں۔

5۔وہ عربی زبان میں اس قدر مہارت حاصل کرلیں گے کہ اسلامی تعلیمات عربی متن میں پڑھ اور سمجھ سکیں گے۔

6۔وہ عصر حاضر میں دہشت گردی کے حوالے سے مسلمانوں پر لگائے جانے والے الزامات کو اپنے کردار اور روایوں سے رد کرنے کی ترغیب پا سکیں گے۔

7۔وہ قرآن کریم کی کتابت، رسم الخط کو جان سکیں گے اور قرآن کریم میں موجود رموز او قاف سے واقفیت کے ذریعے قرآن مجید کو درست طریقے سے پڑھ سکیں گے۔

8۔وہ قرآن مجید میں توحید، رسالت، آخرت، ملائکہ، عبادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و منصب کے حوالے سے آیات کا تفصیلی مطالعہ کرنے کی استعداد پا سکیں گے۔اور مجوزہ آیات قرآنیہ کا ترجمہ اور تشریح کر سکیں گے۔

9۔وہ قرآن کریم کے دیگر زبانوں اور خاص کر اردو زبان میں تراجم کی اہمیت سے واقف ہو جائیں گے چند اہم تراجم کی خصوصیات کو جان جائیں گے نیز یہ کہ وہ عالم اسلام کی چند نمایاں تفاسیر کے اسالیب سے متعارف ہو جائیں گے۔

10۔وہ وعبادات کا وسیع تر مفہوم سمجھتے ہوں گے اور اس کی مختلف صورتوں مثلاً نماز، روزہ، انفاق وزکوۃ وغیرہ کی عبادتی و معاشرتی اہمیت سے آگاہ ہوں گے اور انہیں اپنی زندگی کا حصہ بنائیں گے۔

11۔وہ فقہ، اصول فقہ اور علم منطق کے حوالے سے مسلمانوں کی خدمات سے آگاہ ہو سکیں گے۔

4. بحث، نتیجہ اور سفارشات

بیان کردہ مقاصد بہت بہتر ہے اور اگر ثانوی و اعلی ثانوی تعلیم کے بعد ایسا ممکن ہوتا تو آج امت مسلمہ اور خاص کر پاکستان تنزلی کا شکار نہ ہوتا آج معاشرہ قحط الرجال کی بجائے قحط الکردار کا شکار ہے ہر طرف افراتفری ہے مقاصد تو بنا دیے گئے لیکن نوجوان نسل کا کردار نہ بن پایا اس سلسلے میں اقبال کا شعر یاد آرہا ہے۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی تعلیمات کو پس پشت رکھتے ہوئے ہمسائیوں، غریبوں اور یتیموں کا مال غصب کیا جارہا ہے ۔صبر و تحمل نوجوان نسل میں فوت ہوچکا ہے دین سے دوری ہےاور اخلاقیات نام کی چیز باقی نہیں رہی۔ رشوت اور سود معاشرے میں رچ بس گیا ہے دنیاوی اور مادی ترقی کو لے کر حلال و حرام کی تمیز مٹ چکی ہے۔

قرآن حکیم کے احکامات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آج کی نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہیں قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر کرنا تو دور کی بات آج نوجوان نسل قرآن حکیم کو صحیح طور پر بڑھ بھی نہیں سکتی آج کی نوجوان نسل حدیث و سنت کی اہمیت و کتب حدیث سے بھی نابلد ہے۔عربی زبان میں مہارت صرف خواب کی حد تک ہے عصر حاضر میں دہشت گردی کے حوالے سے مسلمانوں پر لگائے جانے والے الزامات کو اپنے کردار اور رویوں سے رد کرنا تخیلاتی دنیامیں کہیں ممکن نظر آتاہے۔ آج موجودہ دور میں اہل مغرب نے اپنی چال چل کر ایسے سیکولر افراد پیدا کر دیے ہیں جو دین اسلام کا نام بدنام کرنے میں سرگرم ہیں۔

طالب علم توحید ،رسالت، آخرت ،ملائکہ، عبادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومنصب کے حوالے سے صرف امتحانات کی حد تک واقفیت رکھتے ہیں جیسے ہی امتحانات ختم طالبعلموں کا ان سے ناطہ ختم۔مزید بر آں ان بیان کردہ عقائد و عبادات کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا تودور کی بات ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اپنی شخصیت میں نکھار پیدا کرنا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آئیڈیل بنانا آج صرف الفاظ تک محدود ہے اساتذہ کرام اور والدین کی محنت اور کاوشوں سے قحط الکردار کا قحط ختم کیا جاسکتا ہے۔انسانی طبیعت میں حرص و ہوس ،حسد ،بغض، عداوت ،ظلم اور انتقام نےڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔شخصیت سازی کا فقدان ہے جس نے معاشرے کو بانجھ بنا رکھا ہے ۔موجودہ سیاسی، معاشی و معاشرتی حالات کے تناظر میں شخصیت سازی زوال کا شکار ہے۔ہمارے تمام ادارے یاتو دینی تعلیم کا انتظام کررہے ہیں یاجسمانی ودنیاوی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔تربیت کاپہلو یکسر نظرانداز کیاگیاہے۔اساتذہ کرام اوروالدین کوملکر معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرنا ہوگا کہ جس کو دیکھ کر نوجوان نسل دین اسلام کی طرف گامزن ہو سکے اور مثبت معاشرہ پروان چڑھ سکے آج معاشرے میں اساتذہ کرام اور والدین اس بات کا شکوہ کرتے ہیں کہ بچوں میں عدم برداشت، غصہ،دین سے دوری اوراخلاقیات کی گراوٹ کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔اور اس کے حل کے لیے ہر وقت کوشاں نظر آتے ہیں مگر انھی بیان کردہ باتوں کا خودمیں جائزہ نہیں لیتے۔کاش کہ ہم سب اپنی اصلاح کریں۔اور اپنی زندگیوں کو قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈھالیں اور کردار کے حوالے سے بیان کردہ تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویہ پر من و عن عمل کریں

۔مزید بر آں نصاب بنانے والے زمینی حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے نصاب کی تشکیل کرے اور مقاصد کے حصول کے لیے اساتذہ کرام اور والدین مل کرلائحہ عمل بنائیں ۔ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے ہم سب کو اپنی اخلاقی قانونی اور ہمہ قسم کی کرداری ذمہ داریوں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات تمام عالم انسانیت تک مکمل، احسن اور اعلی ترین انداز میں پہنچا دی ہیں اب یہ اساتذہ کرام اور علمائے کرام کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہیں کہ وہ معاشرے کے تمام افراد کی شخصیت سازی کریں اور معاشرے کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھالیں اور ملک و قوم کو ترقی کی طرف گامزن کریں۔مزید بر آں تمام تعلیمی ادارے مختلف مجالس کا انتظام کریں جس میں شخصیت سازی اور کردار سازی کو موضوع سخن بنایا جائے اور قرآن حکیم اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں طالبعلموں کی تشنگی کو دور کیا جائے اور ساتھ میں نصاب تعلیم کو بھی اسکی روح کے مطابق پڑھایا جائے جس سے تمام مقاصد کا حصول ممکن ہو سکے ۔اللہ تبارک و تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے آمین۔